یہ بنیادی حقیقت ہے کہ کائنات کی بنیاد وحدانیت پر ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰؍نومبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

جیسا کہ میں اپنے دوستوں کو بھی اور جب بیرون ملک سفر میں ہوں تو غیر مسلم دنیا کو بھی اس بنیادی حقیقت کی طرف ہمیشہ توجہ دلاتا ہوں کہ اس کائنات کی بنیاد وحدانیت پر ہے۔ خدائے واحد ویگانہ نے اسے پیدا کیا۔ مادی اشیاء کو۔ کائنات کو بھی اور انسان کو بھی۔ اس کے متعلق کچھ تفصیل سے میں اس وقت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ تفصیل تو اللہ تعالیٰ کی صفات کی اس قدر لمبی ہے کہ انسان پیدائش سے لے کے قیامت تک بھی بیان نہیں کرسکتا۔ بنیادی بعض باتیں اس وقت میں بتاؤں گا۔

ہمیں قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (الانعام:۱۰۳) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے رَبُّنَا الَّذِيٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ (طٰہٰ:۵۱) ہر چیز کو جس غرض کے لئے پیدا کیا۔ اس کے مطابق اور مناسب اعضا بھی دیئے اور مختلف کیمیاوی اجزا بھی دیئے اور قوتیں بھی دیں اور صلاحیتیں بھی پیدا کیں اور استعدادیں بھی عطا کیں اور ہر چیز کو ایک میزان میں اس نے باندھا۔ ایک ایسا قانون بنایا کہ اس قدر وسیع کائنات میں انتشار کا ایک ذرہ بھی نہیں پایا جاتا۔ ہر چیز دوسرے سے بندھی ہوئی ہے۔ وَضَعَ الْمِيْزَانَ توازن کا ایک اس نے قانون

اس میں جاری کیا۔ یہ جو توازن کا قانون ہے یہ قانونِ قدرت کی بنیاد بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں بنیادی طور پر دو مختلف خلق کیں۔ ایک انسان اور ایک انسان کے علاوہ ہر شے اور یہ جو میزان ہے۔ یہ انسان کے علاوہ جو ہر شے ہے اسے میزان میں باندھا آپس میں توازن ایک بنایا ہے اور جو انسان ہے اسے بھی میزان میں باندھا۔ توازن اس کے اندر قائم کیا۔ اسے آنکھ دی دیکھنے کے لئے، کان دیئے سننے کے لئے، اس نے دوسرے حواس دیئے اور عقل دی۔ ان میں توازن پیدا کرنے کے لئے جو نتیجہ نکالتی ہے مختلف حواس کے مشاہدات کا۔ انسان اپنے طور پر بھی خود کائنات کا ایک بڑا حصہ ہے۔ شائد مادی وسعتوں کے لحاظ سے تو نہیں، یوں کہنا چاہیئے کہ یقیناً مادی وسعتوں کے لحاظ سے تو نہیں لیکن اپنی اہمیت اور مقصدِ حیات کے نتیجہ میں یہ کائنات کا بڑا حصہ ہے اس لئے کہ کائنات کی ہر شے انسان کی خادم بنا کے پیدا کی گئی اور انسان کو بحیثیت انسان، بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ نے مجموعی طور پر اتنی عظیم اور وسیع طاقتیں دے دیں کہ کائنات کی ہر چیز سے وہ خدمت لینے کی طاقت اور قوت رکھتا ہے اور انسان کو مادی طاقتیں بھی دیں۔ اس کی پیدائش کی غرض بہت اہم بہت بلند تھی۔

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذّاریات: ۵۷) اس نے اپنے پیدا کرنے والے رب کی صفات اپنے اندر پیدا کر کے اپنی زندگی گزارنی تھی۔ اس مقصد کے لئے وہ پیدا کیا گیا تھا۔ صاحبِ اختیار ہے۔ کچھ اس مقصد کو پانے میں کامیاب ہوتے ہیں اپنے اعمال صالحہ کے نتیجہ ہیں اور کچھ ناکام ہوتے ہیں لیکن کامیاب ہونے کا امکان سب کے لئے موجود ہے کیونکہ وہ طاقتیں ان کو عطا کی گئی ہیں اور جہاں نوعِ انسانی کو بحیثیت نوع اور اجتماعی لحاظ سے وہ ساری طاقتیں اور صلاحیتیں دے دی گئیں کہ وہ کائنات پر بطور مخدوم کے خدا کے حکم کے ماتحت حکمرانی کر سکے۔ وہاں ہر فرد بشر جو دنیا میں پیدا ہوا ہر دوسرے فرد بشر سے مختلف ہے، اس لئے کہ انسان نے تمدنی زندگی گزارنی تھی ایک دوسرے کے ساتھ ان کا میزان کا تعلق ایسا تھا کہ انتہائی عروج کو اپنی ترقیات میں وہ اکیلا نہیں پہنچ سکتا تھا بلکہ اس کی نوع نے پہنچنا تھا۔ اسی واسطے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں میں سے ایک بڑی عظمت یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کو امتِ واحدہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ اگر ہر شخص

کو مثلاً ساری دنیا کی ہر شے سے مادی کائنات، مادی دنیا کی ہر شے سے خدمت لینے کی طاقت دے دی جاتی تو کسی دوسرے کی مدد کا، اس کے بھائی چارے کا، تقسیم کار کا وہ محتاج نہ ہوتا۔ وہ کپڑے بھی اپنے بناتا، وہ غذا بھی اپنی پیدا کرتا، وہ علم بھی خود اپنے طور پر حاصل کرتا کسی استاد کی اسے ضرورت نہ ہوتی کیونکہ یہ ساری چیزیں اس کے پاس خدا تعالیٰ نے رکھ دی ہوتیں۔ ایسا نہیں کیا بلکہ ڈویژن آف لیبر (Division of Labour) تقسیم کار تمدنِ انسانی کی بنیاد بنا دی گئی اور اس کے نتیجے میں انسان انسان کی طاقتوں اور استعدادوں میں جزوی اور تفصیلی فرق آ گیا اور نوعِ انسانی کو بحیثیت نوع کائنات کی ہر شے سے خدمت لینے کی طاقت عطا کر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے جو قانونِ قدرت بنایا اور جو میزان قائم کیا اور جو اتنی طاقتیں انسان کو دیں دو پہلو ہیں اللہ تعالیٰ کی صفات کے جلووں کے۔ ایک یہ قانون بنا دیا مثلاً گندم کا دانہ جب کھیت میں ڈالا جائے گا تو وہ اُگے گا۔ فلق ہوگی اس کی۔ پھٹے گا وہ ایک پودا بنے گا اور دانے بنائے گا۔ وہ انسان کے لئے غذا پیدا کرے گا۔ قانون بنا دیا کہ شیشم کا درخت موسم خزاں میں پتے گرائے گا۔

یہ اس کا قانونِ قدرت ہے۔ شیشم کا درخت موسم خزاں میں پتے گرائے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ قانونِ قدرت نے اس کو باندھا ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی صفات کا یہ جلوہ ہے لیکن بعض نادان، ناسمجھ، نیم پختہ عقل والے اس سے یہ نتیجہ نکال بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ امپرسنل (Impersonal) اللہ ہے یعنی ذاتی طور پر تعلق نہیں رکھتا۔ اس نے قانون بنایا اور اس کا حکم چل پڑا۔ وہ کہتے ہیں انسان کی حیثیت ہی کیا ہے خدا تعالیٰ کے مقابلے میں۔ یہ درست۔ انسان کی کوئی حیثیت نہیں کہ اپنے طور پر اپنے زور سے خدا تعالیٰ سے ایک دھیلہ بھی وصول کر سکے لیکن اگر خدا دینا چاہے تو ہر دو جہاں انسان کے قدموں میں لا کے رکھ دیتا ہے۔ اور یہ محض دعویٰ نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اور آپ کی زندگی ہمیں بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ نے اس قدر پیار کیا اور خدا تعالیٰ کے اس قدر پیار کو حاصل کیا کہ لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ (موضوعاتِ کبیر حرف اللام) ساری کائنات جو تھی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کے رکھ دی

گئی اور یہ فیصلہ کیا گیا خدائی تقدیر میں کہ نوعِ انسانی بھی ایک دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے گی اور امتِ واحدہ بن جائے گی۔ لیکن خدا پرسنل (Personal) ہے یعنی ذاتی تعلق رکھنے والا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر ہے۔ ایک تقدیر شیشم کے درخت کی جو میں نے مثال دی یہ ہے قانونِ قدرت کے مطابق خدا تعالیٰ کے حکم سے، اپنی مرضی سے نہیں، خدا کے حکم سے شیشم کا درخت موسم خزاں میں پتے گرا دیتا ہے اپنے لیکن موسم خزاں میں جب پتے گراتا ہے تو خدا تعالیٰ کا ایک اور حکم نازل ہوتا ہے ہر پتے کے لئے کہ گر۔ تب وہ گرتا ہے ورنہ نہیں گرتا۔

قانونِ قدرت کے باوجود ایک سیکنڈ میں تو ہر درخت کے پتے یوں نیچے نہیں گر جاتے۔ کئی ہفتے لگتے ہیں پت جھڑ میں اور کچھ پتے صبح گرے، کچھ دوپہر کو، کچھ شام کو پت جھڑ لگی ہوئی ہوتی ہے آخر وہ درخت ننگا ہو جاتا ہے لیکن یہ جو پتے گر رہے ہوتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کے حکم سے ہر پتا ایک نئے کلام، ایک نئے امر، ایک نئی وحی کے ذریعہ سے گرتا ہے ویسے نہیں گر سکتا یہ خدا تعالیٰ کی دوسری تقدیر ہے۔

انسان کو خدا تعالیٰ نے جو طاقتیں دیں اپنے قرب کے حصول کی تو اتنا کافی نہیں سمجھا گیا کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذّٰریٰت:۵۷) کہ میرے عبد بنیں۔ میرے عکس کو اپنے اندر پیدا کریں۔ میری صفات کا نمونہ ان کے اخلاق کے اندر ظاہر ہو قانون بنا دیا نہیں بلکہ ہر فرد واحد کو بے شمار وحی خفی یا اور جلی کے ساتھ اس کی ہدایت اور پرورش کی گئی اور اس کی ربوبیت کی گئی۔

انسان کو جو اس میدان میں سب سے بڑی صلاحیت دی گئی وہ عقل ہے لیکن جیسا کہ میں نے بتایا انسان کی ہر صفت پر اس توازن کا جو اصول چلتا ہے اس سے وہ کائنات کے ساتھ بندھی ہوئی ہے مثلاً آنکھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آنکھ دی دیکھنے کے لئے لیکن آنکھ دیکھ ہی نہیں سکتی جب تک خدا تعالیٰ کائنات میں سورج کی روشنی نہ پیدا کرتا یا روشنی نہ پیدا کرتا کہنا چاہیئے۔ پھر انسانی عقل نے خداداد عقل نے بجلی بنائی۔ دیئے بنائے کبھی سرسوں کا تیل جلایا روئی لگا کے، کبھی اس نے شمعیں بنائیں، کچھ لکڑیاں ایسی نکالیں جن کے اندر چکنائی تھی ان کی

مشعلیں بنادیں وغیرہ وغیرہ ہزار قسم کی۔ بہرحال آنکھ اس وقت دیکھتی ہے جب بیرونِ انسان خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ روشنی بھی ہو۔ رات کے اندھیروں میں آنکھ ٹٹولتی تو ہے انسان کا سارا ذہن ہی لگا ہوا ہے اسے کچھ عادتیں ہیں اپنے کمروں میں پھرنے کی۔ بغیر روشنی کے بھی وہ اپنا راستہ اندھیرے میں بھی تھوڑا بہت پالیتا ہے۔ کبھی گرتا ہے کبھی ٹھوکر کھاتا ہے کبھی اپنے آپ کو چوٹیں لگاتا ہے لیکن آنکھ کے لئے روشنی کا ہونا ضروری ہے۔ انسان کے جسمانی قویٰ جو ہیں جسمانی صلاحیتیں، اس حصے پر میں پہلے بھی بہت کہہ چکا ہوں، اس کے مقابلے میں کائنات میں چیزیں پیدا کی ہیں انسان کے جسمانی قویٰ کی نشوونما کے لئے انسان کو متوازن کھانا ضروری ہے یعنی کھانے میں توازن ہو کیونکہ انسان کا جسم کسی ایک کیمیاوی شے یا ایک کیمیاوی مرکب سے نہیں بنا بلکہ بہت سے مرکبات ہیں جن سے مل کے وہ بن جاتا ہے مثلاً ہڈی سے موٹی چیزیں میں لیتا ہوں باریکیوں میں جائے بغیر۔ بچے بھی سمجھ جائیں گے۔ ہڈی ہمارے گوشت سے مختلف ہے۔ دل کا جو گوشت ہے یا جگر کا جو گوشت ہے وہ جو بکرے کا آپ گوشت کھاتے ہیں۔ آپ کے دانت آپ کی آنکھیں، آپ کی لمس محسوس کرتی ہے کہ یہ بکرے کے عام گوشت سے کچھ مختلف ہے۔ تو جس چیز سے اس کا دل بنا ہے یا اس کی کلیجی بنی ہے وہ اس سے مختلف ہے۔ بہت سارے مرکبات کا مجموعہ ہے۔ اس واسطے متوازن غذا کھانا ضروری ہے۔ خون ہے جو اس کی رگوں میں چل رہا ہے ممبرین (Membrane) ہیں۔ جھلیاں ہیں جو اس کی صحت کی اور جان کی حفاظت کرنے والی ہیں۔ ایک عالم ہے انسان کے جسم کے اندر بھی اور صرف اس عالم کو پیدا کرنا خدائی تقدیر میں نہیں کیونکہ ہر چیز میں ایک توازن ہے جو کائنات کا حصہ ہے انسان کے علاوہ اس کو ایک قسم کے توازن میں باندھا۔ اللہ تعالیٰ نے اور انسان کو ایک اور قسم کے توازن کے اندر اس نے اس کو بالکل باندھ دیا اور پھر ان دو توازنوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر انسان کا تعلق اپنے ساتھ زوج کا یعنی پیار کے تعلق کا وہ اس کو باندھ دیا۔ جہاں وہ مقصدِ حیات پورا ہوتا ہے۔ اس کے لئے انسان کو جسمانی طاقتیں دی گئیں تاکہ خدا تعالیٰ کی راہ میں وہ قربانیاں دے۔ وہ ایثارِ پیشہ بنے۔ پہلے بھی میں نے بتایا تھا وہ یہ نظارہ دنیا کے سامنے رکھے کہ کسریٰ کی فوج کی ہر پہلی صف تلوار چلانے والی آدھے گھنٹے، گھنٹے کے

بعد پیچھے بلالی جاتی ہے اور تازہ دم فوج آتی ہے آگے اور ایک مسلمان صف جو ہے وہ صبح سے لے کر شام تک ہر گھنٹے بعد تازہ دم، ہر آدھے گھنٹے بعد تازہ دم فوج کے ساتھ وہ لڑ رہی ہے اور تلوار چلا رہی ہے اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے فضل، اس کے رحم، اس کی ربوبیت کے نتیجہ میں اور عقلوں کی راہنمائی کے نتیجہ میں اور تجربہ کے نتیجہ میں اور مشق کے نتیجہ میں ان کو ایسا بنا دیا ہے کہ وہ صبح سے شام کر دیتے ہیں اور تھکتے نہیں۔ میں نے پہلے جب بتایا تھا تو یہیں آ کے بات ختم کر دی تھی لیکن یہ تو دن کی بات تھی نا وہ تھکتے نہیں۔ جس وقت آدھا گھنٹہ گھنٹہ تلوار چلانے والی کسریٰ کی فوج رات کو تھکی ماندہ گہری نیند میں پڑ جاتی ہے اس وقت سارا دن تلوار چلانے والا مسلمان رات کو خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ میدان جنگ میں وہ تہجد کی نماز ادا کر رہے ہیں۔

یہ ان طاقتوں کی نشوونما کے لئے کسی چیز کی ضرورت ہے اس کی اپنی طاقتوں کے علاوہ اور دوسرے جہان سے علاوہ بھی یعنی جو کائنات جو طاقتیں پیدا کرنے والی چیزیں ہیں ان کے علاوہ بھی کسی چیز کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم نے ہمیں بتایا یہ جو دوسرا جلوہ ہے نا یہ اس کی ضرورت ہے کہ کوئی پتا نہیں گرتا۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی آج کل گندم بیج رہا ہے ہمارا زمیندار۔ یہاں بھی بہت سے بیٹھے ہیں سینکڑوں۔ کوئی دانہ گندم کا نہیں اگتا جب تک اللہ تعالیٰ کی وحی اس کو نہ ہو۔ حکم نہ اس تک پہنچے کہ اُگ اور میرے بندوں کے لئے گندم پیدا کر۔ اس کے بغیر مٹی بن جائے گا مٹی میں پڑ کے اور انسان کی طاقتیں بھی خدا تعالیٰ کی ہدایت کی محتاج ہیں اور سب سے نمایاں چیز ہمارے سامنے آتی ہے عقل۔ بہت ساری چیزوں کا سامنے رکھ کے اس سے کوئی نتیجہ نکالنا۔ اس وقت بہت سے لوگ ایسے پیدا ہو گئے اس زمانہ میں جو کہتے ہیں انسان کے لئے عقل کافی ہے۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ عقل نہیں کافی جب تک عقل کی اس عام ہدایت کے مطابق جو عقل کو دی گئی۔ عقل کو ہر موقع کے اوپر جب اس کے استعمال کی ضرورت کسی فرد واحد کو پڑی ایک نئی ہدایت آسمان سے نہ ملے۔

آج دنیا میں ہزارہا عقلمند ایسے ہیں جنہوں نے مادی دنیا میں تحقیق کی اور اپنی عقل کا اور

تحقیق کا سکہ جمایا۔ چوٹی کے دماغ ان کو کہا جاتا ہے۔ تو میں جن کی انہوں نے خدمت کی ان کی پیشوائی کے لئے نکلتی ہیں اور سینکڑوں سال ہوگئے ان کو مرے اور عزت کے ساتھ ان کا نام لیا جا رہا ہے کہ جی اس نے بجلی ایجاد کی۔ جس نے ترقی کی اور ہر جگہ یہ پنکھے چل رہے ہیں۔ یہ روشنیاں ہو رہی ہیں۔ بڑا احسان کیا ہے اس نے ہزاروں عقلمندوں میں سے کم ہیں جن کی عقل روحانیت کے میدان میں صحیح نتیجہ پہ پہنچی اور انہوں نے اپنے خدا کو پہچانا اور جس کی حمد واجب آتی ہے۔ ہر انسان پر اس کی انہوں نے حمد نہ کی اور تکبر سے انہوں نے کام لیا اور خدا تعالیٰ کا بندہ بننے کی بجائے شیطانی راہوں کو انہوں نے اختیار کیا اور اعلان کر دیا کہ ہم دنیا سے اللہ تعالیٰ کے نام کو اور آسمانوں سے اس کے وجود کو مٹا دیں گے۔ عقلمند ہی ہیں ناوہ۔ تو عقل کے ہر استعمال پر آسمانی روشنی، آسمانی وحی، آسمانی حکم امر کی ضرورت ہے یہ دوسرا قانون ہے۔

سورۂ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- رَبُّنَا الَّذِيْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (طٰہٰ:۵۱) ہر چیز کو اس نے پیدا کیا۔ اس میں طاقتیں رکھیں اس کو صلاحیتیں بخشیں۔ اس کو استعدادیں عطا کیں۔ پھر ان کے استعمال کے لئے اس کو طریقہ سکھایا اور سامان پیدا کئے ان کے لئے۔ یعنی دو چیزیں اس نے پیدا کیں۔ سامان پیدا کئے ان کی نشوونما کے۔ مثلاً گندم کا دانہ ہے وہی مثال لوں پھر، گندم کے دانے کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک تو عام قانون کے مطابق اس میں قوتیں رکھیں۔ ایک جہاں سے اس نے اپنا سامان لینا تھا۔ نشوونما کا سائل (Soil) میں فرٹیلیٹی (Fertility) رکھی یعنی وہ اجزاء رکھے جن سے گندم کا دانہ قوت حاصل کر کے بڑھ کے ایک سے سات سو تک بھی بن سکتے ہیں خدا تعالیٰ کے فرمان کے مطابق۔ ابھی تک انسان اس قابل نہیں ہوا۔ ناقص ہے اس کی عقل لیکن بن سکتے ہیں اور سامان پیدا کئے یعنی نشو ونما کی طاقتیں رکھیں۔ نشوونما کے سامان پیدا کئے۔ پھر حکم ہوا کہ ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ اجزاء کو حکم ہوا کہ ان کو فائدہ پہنچاؤ۔ دوائی، بیمار ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے کہ ایک وقت میں ایک بیمار کو ایک دوا صحت نہیں دیتی دوائی کا کوئی اثر نہیں۔ ڈاکٹر کی تشخیص بھی صحیح اس کا نسخہ بھی صحیح اس کے اجزا بھی درست اس کے بیچ میں ملاوٹ نہیں چاک کی اور وہ کھا رہا ہے اس کو آرام نہیں آ رہا اور دس پندرہ دن، بیس دن

گذر گئے پھر خدا تعالیٰ کے کسی بندے کی دعا یا اس کی اپنی دعا یا خدا تعالیٰ اگر اس کو آزمائش میں ڈال رہا تھا تو خدا نے فیصلہ کیا کہ اب میں اس کو آزمائش سے نکالتا ہوں زبانِ حال کی دعا اس کو ہم کہتے ہیں۔ اس کو اس نے سنا، وہی بیمار، وہی بیماری، وہی دوا کھائی اس نے اور اس کو آرام آ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پہلے دو حکم نازل ہوئے جب آرام نہیں آ رہا تھا ایک دوا کو کہ اثر نہ کرو۔ ایک جسم کے اجزاء کو کہ قبول نہ کرو اور جب خدا نے فیصلہ کیا کہ اب اس کو شفا دینی ہے تو دو نئے حکم نازل ہوئے۔ دوا کو کہا اثر کر اور جسم کے کیمیاوی اجزاء کو کہا کہ اس دوا کے اثر کو قبول کر۔ یہ قانونِ قدرت کا حصہ نہیں ہے۔ یہ امر کے اندر آتا ہے یعنی ہر واقعہ یا ہر تبدیلی جو ہوتی ہے اس کائنات میں وہ آسمان سے ایک حکم اترتا ہے تب ہوتی ہے۔ بے شمار حکم ایک گھنٹے کے اندر اتر رہے ہیں کائنات میں۔ اللہ تعالیٰ ہماری زبان سے تو نہیں بولتا کہ مختصر زبان میں یہاں بول رہا ہوں۔ کسی اور جگہ بات ہی نہیں کرسکتا۔ میرے لئے ممکن نہیں۔ خدا تعالیٰ کا تو کائنات کے ہر ذرے پر کلام نازل ہوتا ہے۔ اس کا امر جو ہے وہ نازل ہوتا ہے اور وہ اپنی مرضی کے مطابق متصرف بالارادہ ہے۔ ہر چیز میں تصرف اپنے ارادہ سے جیسے چاہتا ہے اس کے مطابق وہ کرتا ہے۔

یَفۡعَلُ مَا یَشَآءُ انسان! انسان کا یہ فرض تھا۔ انسان کی پیدائش کی یہ غرض اس کی زندگی کا یہ مقصد تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور پیار کا ایک زندہ تعلق پیدا کرے۔ اس کے لئے ایک تو وحی، قانون قدرت کے مطابق وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ کے نیک بندے آتے رہے۔ انبیاء آئے جن پر شریعتیں نازل ہوئیں۔ ایسے نبی پیدا ہوئے جنہوں نے یَحۡکُمُ بِهَا النَّبِیُّوۡنَ (المائدۃ:۴۵) انہوں نے پہلی شریعت کے مطابق لوگوں کی ہدایت کے اور ان کی تربیت کے سامان پیدا کرنے کی کوشش کی اور پھر ایک کامل شریعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور افراد اور نوعِ انسانی بحیثیت مجموعی خدا کے دربار میں داخل ہو، اس کے سامان پیدا ہونے شروع ہوگئے سورۂ انبیاء میں ہے۔ قُلۡ اِنَّمَاۤ اُنۡذِرُکُمۡ بِالۡوَحۡیِ (الانبیاء:۴۶) جو میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ ان راہوں کو اختیار نہ کرو جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والی ہیں تو اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ وحی نازل ہوتی ہے کہ میں تمہیں کہوں کہ تم ان راہوں کو اختیار نہ کرو

اور اس کے ساتھ وہ دوسرا پہلو بھی عربی کے محاورے قرآن کریم کے محاورے کے لحاظ سے آجاتا ہے اور میں ان راہوں کی نشاندہی کرتا ہوں جن پر چل کر تم خدا کے قرب کو حاصل کر سکتے ہو اور اس کے پیار کو پا سکتے ہو۔ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ إِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ (الانبیاء:۴۶) اور جب اس شخص کو جس کے کان کو ابھی حکمِ باری نہیں ملا کہ وہ وحی کی آواز کو سنے وہ نہیں سنتا۔ جب وہ انذار ہو اس کو کہا بھی جائے، بتایا جائے، نشان دہی کی جائے، عقل بھی ہے دوسرے ہوش وحواس بھی ہیں مگر خدا تعالیٰ کا حکم نہیں نازل ہوا تو یہ جو معنی میں کر رہا ہوں یہ اس آیت کے مطابق ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے میں نے مہر لگا دی ہے لیکن وہ اپنا مستقل ایک مضمون ہے اپنے اپنے وقت پر بیان ہوتے رہتے ہیں۔ پھر سورۂ زمر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ (الزمر:۱۹) پہلے تو یہ تھا نا سنتے نہیں۔ اس میں یہ ہے کہ سنتے ہیں پھر ان کو اللہ تعالیٰ یہ بھی ہدایت دیتا ہے اس فرد واحد کو، آتا ہے کہ تو سن اور سمجھ۔ پھر وہ پوری طرح سمجھتا ہے تو ہر تعلیم کے متعلق بنیادی حکم یہ ہے کہ عمل صالح کرو جو موقعہ اور محل کے مطابق ہو۔ بندے کو یہ اختیار دیا گیا ہے نا اور اسی وجہ سے اس کو ثواب ملتا ہے وہ سوچتا ہے کہ کون سا احسن طریق ہے اس حکم خداوندی پر عمل کرنے کا اس کے مطابق وہ عمل کرتا ہے تو الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ جو بات کو سنتے ہیں خدا کے حکم کے ماتحت پھر جو سب سے بہتر عمل ہے اس کے نتیجہ میں فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اس کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ یہ عمل اس واسطے احسن کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے رہا ہے اپنے زور سے نہیں وہ کر سکتے۔ ان کے اوپر احسن عمل کرنے کے لئے آسمانی ہدایت نازل ہوتی ہے اس شخص پر وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور حقیقی اور صحیح معنی میں یہی لوگ عقلمند اُولُوا الْاَلْبَابِ کہلا سکتے ہیں کیونکہ جس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی اس غرض کو وہ پورا کرنے والے ہیں۔

تو عقل تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دی لیکن اس کے لئے دو ہدایتیں دو قسم کے دو پہلوؤں کی ہدایت نازل کی۔ ایک عام قانون جس طرح قانونِ قدرت ہے اسی طرح قانونِ ہدایت بھی

ہے۔ یہ جو شریعت ہے۔ یہ ہدایت کے لئے ساری تعلیم ہے نا مگر کوئی شخص صرف قرآن کریم کو پڑھ یا سن کے ہدایت نہیں پا سکتا یعنی یہ کافی نہیں ہے انسانی عقل کے لئے قرآن کریم ہے کافی ہے ہمیں خدا تعالیٰ کے امر کی انفرادی آسمانی حکم کی، ہماری عقل یہ جو وارد ہوتا ہے ہمیں بعض دفعہ پتا بھی نہیں لگتا اکثر پتا نہیں لگتا کہنا چاہیئے لیکن بہر حال وہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ اس کی ہمیں ضرورت نہیں۔ اگر قرآن کریم کی ہدایت جو اس قدر کامل اور مکمل ہے اگر قرآن کریم کی ہدایت جو اس قدر حسن اپنے اندر رکھتی اور قوت احسان جس میں پائی جاتی ہے اگر قرآن کریم کی ہدایت جس میں اس قدر جذب ہے مقناطیس میں اتنا جذب نہیں جتنا اس کے اندر ہے۔ باہر جاتے ہیں قرآن کریم کی کوئی چھوٹی سی آیت پیش کر دیتا ہوں میں تو یوں کھنچتے ہیں اس کی طرف غیر مسلم یعنی اسلام کو نہیں مانتے لیکن اس وقت ان کے اوپر اثر ہوتا ہے اور وہ کھنچتے ہیں اس کی طرف۔ بڑا اثر رکھنے والی ہے۔ اگر یہ کافی ہوتی تو رؤسائے مکہ نے تیرہ سال تک جو مظالم ڈھائے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین پر یہ نظارہ تو دنیا نہ دیکھتی۔ ہدایت ہے قرآن کریم جیسی ہدایت روحانی طور پر ایک ایسا نور کہ آنکھیں چندھیا جائیں عقل دنگ رہ جاتی ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں۔ قرآن کریم کی ہدایت ہے رؤسائے مکہ وہاں رہ رہے ہیں جن میں حضرت عمر بھی ہیں اور بڑے غصے میں ہیں بڑے دلیر ہیں بڑے طاقتور ہیں بڑے رعب والے ہیں اور ان کے دل میں خیال آتا ہے قرآنِ کریم کی ہدایت ہوتے ہوئے عمر کی عقل نے یہ فیصلہ کیا۔ قرآن موجود تھا جب عمر رضی اللہ عنہ کی عقل نے یہ فیصلہ کیا کہ جاتا ہوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی، انہوں نے تو محمد ہی کہا ہوگا سوچا ہوگا۔ گردن اڑا دیتا ہوں میں اپنی تلوار سے۔ ختم ہو جائے گا یہ سارا قصہ۔ کیا شور مچایا ہوا ہے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے اور ایک خدا کی منادی کر رہا ہے۔ یہ کیا فساد پیدا کیا ہے ہمارے معاشرہ کے اندر۔ ساری عمر کی عقل اس نتیجہ پہ پہنچی۔ قرآن موجود تھا وہاں اور نتیجہ یہ نکالا عقل نے کہ جا کے قتل کر دیتے ہیں۔ اسلام کو ختم کر دیتے ہیں۔ اس عقلی فیصلے کے ساتھ اپنے گھر سے نکلے۔ وہی عمرؓ وہی ان کی طاقت، وہی ان کا جوش، وہی ان کا جذبہ، وہی ولولہ، وہی ہاتھ میں تلوار، اور اس کی دھار اتنی ہی تیز۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابھی پہنچے نہیں تو آسمان سے حکم نازل

ہو گیا کہ اسلام لاؤ اور جب وہاں پہنچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہا کہ کدھر آئے ہو عمر۔ بیعت کرنے آیا ہوں۔ عمرؓ کی طاقتیں عمرؓ کی عقل جب گھر سے نکلے تھے وہ نہیں تھی جو اس وقت تھی جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوئے؟ وہی تھی۔ ہماری عقل اگر ہم غور کریں اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہے کہ ہماری عقل بھی صحیح فیصلے اسی وقت کرتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا انفرادی امر آسمان سے نازل ہو۔ ورنہ عقل تو اندھی ہے اگر نیرِ الہام نہ ہو۔ عقل تو دھندلکوں میں دیکھنے والی ہے اگر وحی کی روشنی اسے میسر نہ آئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فارسی میں اس مضمون کے کچھ شعر کہے ہیں۔ ان میں سے ایک دو میں نے آج کے لئے منتخب کئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

ہوش دار اے بشر کہ عقلِ بشر
دارد اندر نظر ہزار خطر

اے انسان ہوش سے کام لے کہ انسانی عقل کو نظر وفکر واستدلال میں ہزار خطرات پیش ہیں۔ عقل سوچتی تو ہے نا یہ اس کا کام ہے لیکن خطرات ہیں اس کے سامنے بڑے۔

ہست بر عقل منتِ الہام
کہ ازو پخت ہر تصورِ خام (درثمین فارسی صفحہ ۱۷)

عقل پر یہ وحی والہام کا احسان ہے کہ اس کی وجہ سے عقلِ ناقص کی سوچ پختہ ہوگئی اور اس نے دھندلکوں سے نکال کر عقل کو یقین کی روشنی میں پہنچا دیا۔

پھر آپ فرماتے ہیں اور بہت لطف آتا ہے اس شعر میں جو بیان کیا ہے جو استدلال کیا ہے جس طرح چھوٹی سی بات کہہ کے آپ نے بیان کر دیا۔ جس سے شروع میں میں نے بھی استدلال کیا تھا۔

گر خرِد پاک از خطا بودے
ہر خرِد مند باخدا بودے

اگر عقل غلطی سے پاک ہوتی، اگر عقل ہمیشہ غلطی سے پاک ہوتی تو ہر صاحبِ عقل باخدا ہوتا لیکن نظر تو یہ آ رہا ہے کہ جو عقلی میدانوں میں دنیوی لحاظ سے آسمانی رفعتوں تک پہنچے وہ

روحانی طور پر گندے زمین کے گندے حصوں میں ہمیں لوٹتے نظر آئے کیونکہ سب سے بڑا گند جو ہے اس زمین پر وہ شرک کا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے میں ہے۔ تو ایک طرف وہ کہ دنیا میں خدا تعالیٰ نے ان کو ترقیات دیں لیکن دوسری طرف خدا تعالیٰ کا حکم نازل نہیں ہوا اس واسطے

ہر خرد مند باخدا بودے

والا نظارہ نہیں نظر آیا۔

تو ہم احمدی قرآنِ کریم کو پڑھنے والے اپنی علمی زندگیوں میں خدا کے جلوے دیکھنے والے اس کے پیار کو حاصل کرنے والے اس مقام پر علیٰ وجہ البصیرت کھڑے ہیں کہ ہر خیر اور بھلائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور ذرا سی بھی دوری سے ہلاکت ہی ہلاکت ہے اور خیر کا کوئی پہلو اس میں سے نہیں ہمیں مل سکتا۔ اس واسطے اپنے پیدا کرنے والے خدا سے ہمیشہ ہمیشہ ہمیشہ وفا کا تعلق قائم رکھو مضبوطی سے۔ اس کے دامن کو جب پکڑا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت تم سے وہ دامن چھڑوا نہ سکے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۹؍دسمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۲ تا ۷)